عثمان غنیؓ پر اعتراضات اور ان کا جائزہ

(عثمان غنیؓ کے عنقریب چھپنے والے سرکاری خطوط کا ایک باب)

جناب ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فارق

(استاذ ادبیات دہلی یونیورسٹی)

اب ہم اُن اعتراضات کا جائزہ لیں گے جو مدینہ اور باہر کی پارٹیوں نے عثمان غنیؓ کے بارہ سالہ دورِ خلافت میں اُن پر لگائے تھے، یہاں یہ بتادینا مفید ہوگا کہ عثمان غنیؓ کے پیش رو خلیفہ عمر فاروقؓ پر بھی اعتراض ہوئے تھے اور زیادہ تر اُنہی لوگوں کی طرف سے جو اُن کے خلیفہ بننے سے ناخوش تھے لیکن چونکہ وہ دبنگ آدمی تھے اور چونکہ اُن کا کوڑا سخت اور نظر تیکھی تھی کسی کو شورش کرنے یا اعتراضات اچھالنے یا مخالفت کی الاپ لگانے کی جرأت نہ ہوتی تھی، دوسری بات یہ تھی کہ انھوں نے ایسی بے رونق اور روکھی زندگی گذاری کہ ان کی خلافت پر حسد اور جلن کو زیادہ فروغ پانے کا موقع نہ ملا، اس کے علاوہ انھوں نے میدانِ خلافت کے سب سے بڑے حریف حضرت علیؓ کی صاجزادی ام کلثوم سے ۱۷ھ میں عقد کر کے ان کو منالیا تھا اور ینبع کا نخلستان دے کر اُن کے غبارِ خاطر کو کسی قدر کم کر دیا تھا، اور دوسرے دو امیدوارانِ خلافت طلحہؓ اور زبیرؓ کو حجاز میں جاگیریں[1] عطا کر کے ایک حد تک ان کی بھی تالیفِ قلب کر دی تھی۔

۱- عثمان غنیؓ پر ایک اعتراض یہ تھا کہ انھوں نے عمر فاروقؓ کے صاجزادے عبید اللہ کو تین افراد کے قتل کی سزا نہیں دی جس کے وہ قانوناً مستحق تھے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مدینہ میں ایرانی نژاد ایک غلام ابو لُولُو رہتا تھا، وہ بڑھئی اور لوہار کا کام جانتا تھا، اس کے مالک طائفی صحابی مُغیرہ بن شعبہ اس سے پچاس روپے ماہوار اور بقول بعض

[1] تاریخ الامم ۴/۱۴۸۔

دو روپیہ یومیہ ٹیکس وصول کرتے تھے، ابولؤلؤ نے کئی بار ٹیکس کم کرنے کی درخواست کی لیکن مغیرہ رضؓ نے اس کو منظور نہیں کیا، ایک دن اُس نے عمر فاروق رضؓ سے زیادتیِ ٹیکس کی شکایت کی لیکن وہ بھی ہمدردی سے پیش نہ آئے، ابولؤلؤ کو غصہ آگیا اور اس نے چند دن بعد نمازِ فجر کے موقع پر بھیس بدل کر عمر فاروق رضؓ پر دو دھارے خنجر کے کئی وار کئے اور بھاگ گیا، لوگوں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے خنجر سے اپنا گلا کاٹ کر خودکشی کرلی، عمر فاروق رضؓ حملہ کے بعد تین چار دن زندہ رہے، اس اثناء میں اس بات کی تحقیق کی گئی کہ حملہ کے منصوبہ میں ابولؤلؤ کے ساتھ کون کون شریک تھا، کوئی قطعی بات تو نہ معلوم ہو سکی البتہ اس شبہ کا قرینہ پیدا پیدا ہوا کہ ابولؤلؤ کے ساتھ جرم میں ہرمزان اور جفینہ بھی شریک تھے، ہرمزان کسروی خاندان کا ایک گورنر تھا جو ۱۷ھ میں مسلمان ہو کر مدینہ میں بس گیا تھا، جفینہ عراق کا ایک عیسائی عرب تھا، یہ بھی مسلمان ہوگیا تھا اور مدینہ کے بچّوں کو عربی لکھنا پڑھنا سکھاتا تھا، ابولؤلؤ ان دونوں سے ملتا جلتا رہتا تھا ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے ابولؤلؤ جیسا خنجر ہرمزان اور جفینہ کے ہاتھ میں دیکھا تھا، یہ کوئی قطعی شہادت نہ تھی، عمر فاروق رضؓ کے صاحبزادے عبید اللہ کے جذبات مشتعل تو تھے ہی، اس رپورٹ کی بنا پر انھوں نے ہرمزان، جفینہ، نیز اس کی چھوٹی لڑکی کو قتل کر ڈالا، بلکہ ان کا ارادہ تو ان سب فارسیوں کو قتل کرنے کا تھا جو مدینہ میں موجود تھے، عبید اللہ کو گرفتار کرلیا گیا، عثمان غنی رضؓ کے انتخاب کو ابھی گھنٹے ہی گذرے تھے کہ حضرت علی رضؓ نے آکر مطالبہ کیا کہ عبید اللہ کو قتل کی سزا دی جائے کیوں کہ انھوں نے عمداً تین خون کئے ہیں ایک جلسہ ہوا اور ممتاز مہاجرین و انصار صحابہ کے سامنے یہ معاملہ رکھا گیا، اکثریت کی رائے تھی کہ عبید اللہ کو قتل نہ کیا جائے بلکہ مقتولین کی دیت ادا کردی جائے لیکن حضرت علیؓ اور ان کی پارٹی کے لوگ قتل پر مُصر تھے، مؤیدینِ دیت کی دلیل تھی کہ چونکہ مقتولین کا کوئی وارث نہیں اس لئے خلیفہ اُن کا والی وارث ہے اور خلیفہ کو اختیار ہے چاہے قاتل کو قتل کردے یا دیت لے لے، یہ دلیل عین قانونِ اسلام کے مطابق تھی اور عثمان غنی رضؓ نے اسی کو اختیار کیا، حضرت علیؓ کی دلیل تھی کہ قتل عمر فاروق رضؓ کے عہد میں ہوا اس لئے وہی مقتولین کے وارث تھے، نیا خلیفہ وارث نہیں ہو سکتا اور نہ دیت لے سکتا ہے، عبید اللہ کو چھوڑ دیا گیا، حضرت علی رضؓ نے ان کو دیکھا تو غصہ سے کہا: "بچہ میرے ہتّے چڑھے تو بغیر قتل کئے نہیں رہوں گا"

عبید اللہ امیر معاویہ کے پاس شام چلے گئے اور جنگ صفین (۳۷ھ) میں حضرت علیؓ کے خلاف لڑے۔

۲- عثمان غنیؓ پر ایک اعتراض یہ تھا کہ انھوں نے سرکاری روپیہ سے مدینہ میں ایک کوٹھی بنوائی۔ یہ کوٹھی ۲۸ھ میں تعمیر ہوئی، اس کے چار حصے تھے، ایک میں خزانہ تھا، دوسرے میں دفاتر، تیسرا مہمانوں سفیروں اور وفدوں کے لئے مخصوص تھا، چوتھے میں عثمان غنیؓ خود رہتے تھے، اب سے چودہ پندرہ سال پہلے عمر فاروقؓ کے عہد میں بصرہ اور کوفہ میں جو دارالامارہ (گورنمنٹ ہاؤس) بنایا گیا تھا، اس کا نقشہ بھی کم و بیش یہی تھا، یعنی ایک حصہ میں خزانہ، دوسرے میں دفاتر اور تیسرے میں گورنر کی رہائش کا انتظام تھا۔ عثمان غنیؓ نے اس کوٹھی کا افتتاح ایک دعوت سے کیا جس میں اکابرِ مدینہ مدعو تھے، کھانا عمدہ اور بڑے پیمانہ پر تھا، حاسدوں اور مخالف پارٹیوں نے دعوت اور کوٹھی دونوں کو پروپیگنڈے کا موضوع بنا لیا، ان کی ہر مجلس اور ہر اجتماع میں کوٹھی کے چرچے اور عثمان غنیؓ پر لعنت ملامت ہونے لگی، سب سے بڑا حملہ یہ تھا کہ انھوں نے کوٹھی سرکاری روپے سے بنوائی ہے حالانکہ انھوں نے اپنا ذاتی روپیہ خرچ کیا تھا، ترکِ سنت اور فضول خرچی کے الزام لگائے گئے حالانکہ اس میں نہ کوئی ترکِ سنت تھی، نہ فضول خرچی، اہلِ مدینہ کی مالی حالت بہتر ہونے سے شہر میں بہت سے نئے مکان بن گئے تھے، اور مالدار صحابہ نے حویلیاں بنوائی تھیں اور یہ سب باتیں عرب مدنیت کے ارتقاء اور خوش حالی کا نتیجہ تھیں، اس لئے خلافت کے سربراہ نے اگر اپنے عملہ، خزانہ اور سرکاری مہمانوں کے لئے ایک باقاعدہ اور خلافت کے شایانِ شان عمارت بنوائی تو اس میں اعتراض نہیں بلکہ اطمینان و مسرت کا موقع تھا اور خاص کر جبکہ عمارت پر سرکاری روپیہ بھی نہ لگا ہو، عثمان غنیؓ کو اس پروپیگنڈے کا علم ہوا تو انھوں نے نمازِ جمعہ کے بعد ایک تقریر میں کہا:

"جب کوئی نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے تو اس کے حاسد پیدا ہو جاتے ہیں ...... اس عمارت کا مقصد جو میں نے بنوائی ہے خزانہ کو محفوظ کرنا ہے اور باہر کے مہمانوں اور وفدوں کو ٹھہرانا ہے، شہر کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے سرکاری روپے سے اس کو تعمیر کرایا ہے اور مسلمانوں کی بلا اجازت ان کی آمدنی اس پر لگائی ہے، ان کی پارٹیاں سرگوشیاں کرتی اِدھر اُدھر پھرتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ مجھے ان کی حرکتوں کا

علم نہیں، یہ لوگ میرے سامنے اعتراض نہیں کرتے کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ ان کے اعتراض کا مدلّل اور دنداں شکن جواب دیا جائے گا، ان کو ایسے ہم خیال مل گئے ہیں جو ان کی طرح پروپیگنڈے اور غلط بیانی سے کام لیتے ہیں، خدا ان کو دفع کرے، خدا ان کو ذلیل کرے!"

عثمان غنیؓ نے یہ دو شعر پڑھے جن کا اشارہ حضرت علیؓ کی طرف ہے:-

توقّد بنار أينما كنت واشتعل　　　فلست ترى مما تعالج شافيا

تشط فيقضى الأمر دونك أهله　　　وشيكا ولا تدعى إذا كنت نائيا

مجھے آپ کی آمدنی اور سرکاری روپیہ لینے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا میں قریش کے مالدار ترین لوگوں میں نہیں ہوں اور مان لو کہ میں نے خزانہ کے روپیہ سے عمارت بنوائی تو کیا خزانہ آپ کی اور میری ضرورت کے لئے نہیں ہے؟ کیا میں آپ کی خدمت نہیں کر رہا ہوں؟ کیا میں آپ کی ضروریات اور روزی کا کفیل نہیں ہوں اور آپ کے سارے حقوق پوری طرح ادا نہیں کر رہا ہوں؟ پھر کیا مجھے اتنا بھی اختیار نہیں کہ فالتو روپئے سے اپنی مرضی کے مطابق کوئی کام کرسکوں؟ اگر نہیں ہے تو پھر میں خلیفہ کس بات کا ہوں؟ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم عثمان کو معزول کر دیں گے قتل کر دیں گے[1]......"

مدینہ میں مختلف ملکوں کی عورتیں کنیزوں کے روپ میں آنے لگی تھیں —— اُن میں اعلیٰ گھرانوں کی خاتونیں بھی تھیں، ان کا تمدن، رہائش، کھانا اور لباس سب عربوں کی سادہ اور بدوی معیشت سے بہت بلند تھا، اس لئے یہ قدرتی بات تھی کہ وہ اپنے نئے گھروں میں اپنے اعلیٰ معیار تمدنی معیشت کو قائم کرنے کی کوشش کرتیں، ان کی آمد سے عرب گھروں کا ماحول اور وضع قطع بدلنے لگی، دوسری طرف صحابہ کے بچے عثمان غنیؓ کے عہد میں جوان ہو چکے تھے اور ان کی ایک خاصی بڑی تعداد جنگوں میں شرکت کے لئے فارس، خراسان، عراق، شام، آرمینیہ، مصر اور شمالی افریقہ کا سفر کرکے وہاں کے تمدنوں سے روشناس ہو گئی تھی اور چونکہ عمر فاروقؓ کے عہد سے وظیفوں اور مالِ غنیمت کی

---

[1] شرح نہج البلاغہ بحوالہ موفقیات قاضی مکہ زبیر بن بکار ۲/۳۹۴ -

راہ سے گھر بیٹھے خوب روپیہ آرہا تھا اس لئے یہ با اُمنگ جوان اپنے کپڑے، کھانے، فرنیچر، مکان سب کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے تھے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ ان امور میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی ان کے درمیان دوڑ رہا کرتی تھی، عمر فاروق اپنی سخت گیری اور احتساب سے یہ رجحانات دبائے ہوئے تھے، عثمان غنیؓ نے نہ تو سختی سے کام لیا نہ احتساب سے، اس لئے ان رجحانات کو پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا، ان رجحانات کو روکنا کسی فرد کے بس کی بات بھی نہ تھی کیوں کہ جب دولت کے ساتھ فرصت کا جوڑ لگتا ہے یا بے محنت روپیہ ہاتھ آتا ہے تو منجملہ اور خرابیوں کے تکلف، شان و شوکت اور ترف کے مظاہر بھی ضرور پیدا ہوتے ہیں۔

۳- ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے مسجد نبوی کی تجدید و توسیع کرائی اور "بدعت" کے مرتکب ہوئے، ہجرت کے بعد یہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوائی تھی، اس کی لمبائی سو ذراع یا لگ بھگ دو سو فٹ تھی، دالان اینٹوں کا تھا، دالان کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے پاٹی گئی تھی۔ اور کھجور کے تنوں پر قائم تھی، ابوبکر صدیقؓ کا عہد چونکہ مختصر تھا اور مشکلات سے پُر، اس لئے مسجد کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی، عمر فاروقؓ کے عہد میں حالات بہتر ہوئے اور سرکاری آمدنی بڑھ گئی تو انھوں نے مسجد کی توسیع و اصلاح کرائی، انھوں نے لمبائی دو سو فٹ سے بڑھا کر دو سو اسی [۲۸۰] فٹ کردی۔ مسجد کے آنگن کی بنیادیں پتھر سے چنوا دیں اور قدِ آدم دیوار اُٹھوا دی، رسول اللہؐ کے عہد میں مسجد کے صرف تین دروازے تھے، عمر فاروقؓ نے مزید تین دروازوں کا اضافہ کیا لیکن مسجد کے دالان، چھت اور فرش بدستور رہے، چھت کھجور کی ٹہنیوں سے پٹی تھی اور بارش کے وقت ٹپکا کرتی تھی، بارش نہ ہوتی تو کوڑا کرکٹ اور کبھی کبھی مکوڑے گرا کرتے، مسجد کا فرش کچا تھا، اس لئے خاک اُڑتی اور نمازیوں کے کپڑے خراب ہوتے، بارش کے زمانہ میں پانی بھر جاتا اور کیچڑ رہتی، شہر میں نئے نئے مکانات اور حویلیاں بنتی جارہی تھیں ایک سال پہلے یعنی ۲۸ھ میں عثمان غنیؓ نے دارالامارہ (گورنمنٹ ہاؤس) بھی بنوالیا تھا، نئی عمارت کے مقابلے میں مرکزِ خلافت کی مسجد بدنما منظر پیش کر رہی تھی، ان سب باتوں کے پیشِ نظر عثمان غنیؓ نے مسجد کو پکا کرانے کی تجویز بڑے صحابہ کے سامنے پیش کی لیکن انھوں نے عدم تعاون کی

روش کے ماتحت تجویز کی مخالفت کی اور مسجد کی اصلاح پر سرکاری روپیہ صرف کرنے کی اجازت نہیں دی، عثمان غنیؓ نے مسجد کی توسیع و تجدید پر اپنے پاس سے روپیہ خرچ کرنے کا عزم کر لیا۔ انھوں نے مسجد کی لمبائی ایک سو چالیس ذراع (دو سو اسی فٹ) سے بڑھا کر ایک سو ساٹھ ذراع (تقریباً تین سو بیس فٹ) اور چوڑائی ایک سو پچاس ذراع یا لگ بھگ تین سو فٹ کر دی، مسجد کا دالان پتھر اور چونے سے بنوایا اور ایک پکی چھت ساگون کی کڑیوں پر ڈلوا دی، چھت کے ستون منقش پتھر کے لگوائے اور فرش بھی پکا کرا دیا، یہ کام ۲۹ھ میں شروع ہوا اور ۳۰ھ میں دس ماہ بعد پایۂ تکمیل کو پہنچا، اس پر دس ہزار روپے (بیس ہزار درہم) خرچ ہوئے[1] چونکہ مخالفت اور عدم تعاون کا ماحول تھا اس لئے اس اچھے کام کو بدعت اور مخالفِ سنّت قرار دیا گیا، عمر فاروقؓ کے دُرّے سے چونکہ سب ڈرتے تھے اس لئے جب انھوں نے مسجد میں توسیع و ترمیم کرائی تو کسی کو اعتراض کی جرأت نہ ہوئی۔

۴۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے مِنیٰ میں دو رکعت کی جگہ چار رکعتیں پڑھیں حالانکہ رسول اللہؐ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

مِنیٰ مکّہ سے باہر تقریباً سوا چار میل پر ایک میدان ہے جہاں حاجی رمیٔ جمار کیلئے جمع ہوتے ہیں۔ رسول اللہؐ جب یہاں آتے تو قصر کیا کرتے یعنی چار رکعتی نماز دو رکعت پڑھتے، خلافت کے بعد کئی برس تک عثمان غنیؓ بھی مِنیٰ میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے لیکن ۲۸ھ کے حج کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ یمن اور بعض دوسرے علاقوں کے عرب کہتے ہیں کہ مقیم کی نماز دو رکعت ہے اور اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ خلیفہ نے چونکہ مکّہ میں شادی کر لی ہے اور اس قرینہ سے چونکہ مکّہ ان کے وطن کے حکم میں آگیا ہے اور خود ان کی حیثیت مقیم کی سی ہو گئی ہے، اس لئے ان کا مِنیٰ میں چہار رکعتی نماز کا دو رکعت پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ خلیفہ کے نزدیک مقیم کی نماز چار رکعت کی بجائے دو رکعت ہے، اس لئے دوسرے مسلمانوں کو بھی ۲ دو رکعت پڑھنا چاہیے۔

حج کے لئے دور دور سے عرب آتے تھے، عثمان غنیؓ کو اندیشہ ہوا کہ مقیم کی نماز کے دو رکعت ہونیکا

---

[1] تاریخ الامم ۵/۵۶ و فتوح البلدان مصر صـ۱۳، و معجم البلدان یاقوت ۷/۳۱۴ و انساب الاشراف ۵/۳۸

تصور کہیں عرب کے دوسرے شہروں اور قریوں میں نہ پھیل جائے، اس لئے انھوں نے منیٰ میں دو کی جگہ چار رکعت پڑھنا شروع کر دیا، اعتراض کا جواب خود ان کے الفاظ میں سنیئے: إن بعض من حج من أهل اليمن وجفاة الناس قد قالوا في عامنا الماضي أن الصلاة للمقيم ركعتان، هذا أمامكم عثمان يصلي ركعتين وقد اتخذ بمكة أهلا، فرأيت أن أصلي أربعا لخوف ما أخاف على الناس، وأخرى قد اتخذت بها زوجة ولي بالطائف مال فربما أطلعته فأقمت فيه بعد الصدر[1]

قصر نماز کی قرآن میں صرف خطرہ کے وقت اجازت دی گئی ہے: فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا الصَّلٰوةَ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا - قصر صلاۃ میں کوئی حرج نہیں اگر تم کو اندیشہ ہو کہ دشمن دھوکہ سے تم پر حملہ کر دے گا، لیکن رسول اللہؐ نے عوام کی آسانی کے لئے سفر میں بھی قصر کی اجازت دیدی تھی، یعنی قصر کی حیثیت مباح سے زیادہ نہ تھی، سفر میں رسول اللہؐ کبھی پوری نماز بھی پڑھ لیتے تھے لیکن منیٰ میں ہمیشہ دو رکعت ہی پڑھا کرتے تھے، مذکورہ بالا خبر کے بعد عثمان غنیؓ کے سامنے دو صورتیں تھیں (۱) سنت نبیؐ پر عمل کریں (۲) چہار رکعتی مفروضہ نماز کو دو رکعتی بنانے کا خطرہ مول لیں، انھوں نے پہلی صورت اختیار کی، رہا سنت نبی کا ترک تو یہاں یہ بتا دینا مناسب ہے کہ صحابہ مصالح عامہ کی خاطر عمل نبی کو نظر انداز کر دیا کرتے تھے، سند کے طور پر یہاں ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے عہد کی دو دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں، ترک سنت کی مزید مثالیں آپ کو آگے بھی ملیں گی۔

(۱) رسول اللہؐ کا عمل اس اصول پر تھا کہ جو شخص زبان سے خدا کی وحدانیت کا اقرار کرے اور نماز پڑھے اس پر تلوار نہیں اٹھائی جا سکتی لیکن ابوبکر صدیقؓ نے ان لوگوں سے بھی جہاد کیا جو زکوٰۃ دینے کے لئے تیار نہ تھے اگرچہ توحید کے قائل تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے۔

(۲) رسول اللہؐ نے شرابی کے لئے کوئی خاص سزا مقرر نہیں کی تھی، کبھی گھونسوں سے، کبھی جانوں سے

[1] تاریخ الامم ۵/۵۶۔

اور کبھی جوتوں سے اس کی خبر لی جاتی تھی لیکن ابوبکر صدیق رضؓ نے چالیس کوڑوں کی سزا مقرر کی۔

(۳) رسول اللہؐ نے ہجر (بحرین) کے ذمیوں - مرد، عورت، بچوں، بوڑھوں سب پر فی کس پانچ روپے (ایک دینار) جزیہ لگایا تھا لیکن عمر فاروق رضؓ نے جزیہ کا ایک بالکل نیا ضابطہ وضع کیا، انھوں نے عورتوں بچّوں، بوڑھوں، بیماروں اور اپاہجوں کو جزیہ سے مستثنیٰ کر کے صرف لڑنے کے قابل بالغ مردوں سے جزیہ وصول کیا، دوسری طرف انھوں نے جزیہ کی تین شرحیں مقرر کیں: مال داروں کے لئے چوبیس روپئے سالانہ، متوسط حال لوگوں کے لئے بارہ روپئے اور دست کاروں اور ناداروں کے لئے چھ روپیے سالانہ۔

(۴) قرآن میں زکاۃ سے مؤلفۃ القلوب کا ایک حصّہ مقرر کیا گیا ہے، یہ حصہ رسول اللہؐ برابر دیتے رہے، لیکن عمر فاروق رضؓ نے اس کو بند کر دیا۔

(۵) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی رضؓ نے منیٰ میں شامیانہ لگایا حالانکہ رسول اللہؐ یا عمر فاروق رضؓ نے ایسا نہیں کیا تھا[1] رسول اللہؐ کے زمانہ میں اسلام جزیرۂ عرب سے باہر نہیں نکلا تھا، اس لئے مکہ، مدینہ اور حجاز کا تمدّن خالصتہً عربی تھا، اس تمدن کو بنانے میں یہاں کی معاشی، موسمی اور طبعی حالات کو بڑا دخل تھا، عام طور سے لوگ مفلوک الحال اور غریب تھے ان کے کھانے، پینے اور برتنے کی چیزیں وہی تھیں جو اس علاقہ میں سیکڑوں برس سے بنتی چلی آتی تھیں لیکن رسول اللہؐ کے بعد ابوبکر صدیق رضؓ اور ان کے بعد زیادہ بڑے پیمانہ پر عمر فاروق رضؓ اور عثمان غنی رضؓ کے عہد میں جب عرب بیرونی ملکوں میں قائم کی حیثیت سے گئے اور ان کی مالی حالت بہتر ہوگئی تو انھوں نے شام، عراق اور فارس کے زیادہ نکھرے تمدن کو اپنانا شروع کر دیا، ان کا لباس، کھانا پینا، برتن، فرنیچر، غرض کہ معیشت کے سارے پہلو بدلنے لگے اور اس تبدیلی کو مفتوحہ علاقوں کی عورتوں نے جو غلام بن کر عرب گھروں میں داخل ہوئیں، تیز تر کر دیا — ان عورتوں کا تمدن چونکہ زیادہ اُجلا اور دل کش تھا اس لئے قدرتی طور پر وہ اپنے نئے گھروں میں اس کو رائج کرنے کی کوشش کرتی تھیں - عمر فاروق رضؓ نے نئے تمدن کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ رکا نہیں، اوشیں ہوگیا، عثمان غنی رضؓ کی زندگی شروع ہی سے اُجلی اور پُرآرام تھی، وہ زندہ دل اور خوش ذوق

[1] انساب الاشراف ۵/۳۹

آدمی تھے، انھوں نے خلافت کا چارج لیا تو نیا تمدن پردہ سے باہر نکل آیا، ان کے عہد میں ہر زمانہ سے زیادہ روپیہ اور سامان مدینہ آنے لگا، اہلِ مدینہ کو مقررہ وظیفوں کے علاوہ جلد جلد خمس کی مد سے بھی کافی روپیہ ملتا رہتا تھا اور وہ اس قابل ہو گئے تھے کہ ایک ستھری اور اجلی زندگی بسر کر سکیں، اس کے علاوہ غنیمت کے روپ میں مختلف انواع و اقسام کا سامان، فرنیچر، قالین، کپڑے، برتن اور شاہی نوادرات بھی مدینہ آتے اور لوگ ان سے متعارف ہوتے اور خود بھی ان میں سے بعض چیزیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے، نئے تمدن کے مظاہر میں شامیانہ بھی تھا جس کو عربی میں فُسطاط کہا جاتا ہے، عرب شامیانہ سے واقف تھے لیکن چونکہ مہنگی چیز تھا اس کے استعمال پر قادر نہ تھے، عرب جنرل جب اپنے ملکی حدود سے باہر نکلے اور شام و عراق وغیرہ میں انھوں نے دیکھا کہ دشمن کے کمانڈر اور اکابر شامیانہ استعمال کرتے ہیں تو خود بھی کرنے لگے۔ فاتحِ مصر عمرو بن عاص کے مشہور شامیانہ سے شاید ہمارے قارئین واقف ہوں گے، یہی وہ شامیانہ تھا جو مصر کی راجدھانی فُسطاط کی بنیاد پڑا۔

رسول اللہ صلعم یا ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد میں شامیانہ کا چلن مدینہ میں نہیں ہوا تھا لیکن ۲۰ھ میں بہ عہدِ عمر فاروق رضؓ ہمارے رپورٹر بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی بیوی زینب بنت جحش کی قبر پر شامیانہ لگایا گیا تھا، تاکہ اہلِ جنازہ دھوپ اور لوہ سے محفوظ رہیں، اس وقت کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا کہ یہ بدعت ہے حتیٰ کہ عمر فاروق رضؓ نے جو عجمی تمدن کے مخالف تھے، اس شامیانہ کے نیچے جنازہ کی نماز پڑھائی تھی، شامیانہ نئے اور زیادہ پُرآسائش تمدن کا مظہر تھا، خیمہ کی نسبت اس میں زیادہ گنجائش اور فراخی تھی، خیمہ کی نسبت اس میں موسمی تکلیفوں سے زیادہ امن رہتا تھا، اسی لئے عثمان غنی رضؓ نے اس کو منیٰ کے چٹیل میدان میں جہاں گرمی اور لوہ بلا کی ہوتی لگوایا تھا، چونکہ مفید اور آرام دہ چیز تھی، مال دار لوگوں نے جلد اس کو اپنا لیا،

رسول اللہ صلعم کی بیوی عائشہ رضؓ جب حج کرنے جاتیں تو حرم کے پاس ان کا بھی ایک شامیانہ لگتا تھا۔ رسول اللہ صلعم کا شامیانہ کو استعمال نہ کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ اسلام اس کی اجازت نہ دیتا تھا بلکہ محض اس وجہ سے کہ وہ اور مسلمان اس وقت اتنے خوش حال نہ تھے کہ ایسی گراں چیز کے متحمل ہو سکتے، عمر فاروق رضؓ کا شامیا

لہ انساب الاشراف - ۵/ ۳۹

سے احتراز بھی کسی جذبۂ دینی کا مرہون نہ تھا بلکہ اس کا ایک سبب ان کا طبعی تقشف تھا، اور دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ عجمی تمدن کو اپنانے کے خلاف تھے۔

(۶) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے اپنے چچا حکم بن عاص کو مدینہ آنے کی اجازت دی حالانکہ رسول اللہؐ نے ان کو طائف جلا وطن کر دیا تھا[1]

حکم بن عاص قریش کے اکابر میں سے تھے، ایک بے ہودگی پر رسول اللہؐ نے ان کو مدینہ میں رہنے کی ممانعت کر دی تھی اور طائف جلاوطن کر دیا تھا، فتح مکہ کے بعد ۸ھ کا یہ واقعہ ہے جب حکم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اس وقت نہ تو ان کو اسلام سے قلبی لگاؤ تھا اور نہ رسول اللہؐ کا جیسا چاہئے احترام کرتے تھے، بعد میں مخلص مسلمان ہو گئے تھے، کافی بڑا کنبہ تھا، اس کا کچھ خاندان مکہ اور مدینہ میں تھا اور کچھ ان کے ساتھ طائف میں، دو تین جگہ خاندان بٹ جانے سے بہت سی دقتیں اور مسائل پیدا ہو گئے تھے، ان دقتوں کو دیکھ کر عثمان غنیؓ نے رسول اللہؐ سے درخواست کی کہ حکم کو مدینہ آنیکی اجازت دیدیں لیکن انھوں نے کہا سردست حکم کی واپسی مناسب نہیں، کچھ عرصہ بعد عثمان غنیؓ نے پھر درخواست کی تو رسول اللہؐ نے واپسی کی اجازت دینے کا وعدہ کر لیا، ابھی یہ وعدہ پورا نہ ہوا تھا کہ رسول اللہؐ کا انتقال ہو گیا، ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو عثمان غنیؓ نے اُن سے حکم کی واپسی کی سفارش کی اور رسول اللہ کے اس وعدہ کا ذکر کیا جو انھوں نے حکم کے بارہ میں کیا تھا، ابوبکر صدیقؓ رسول اللہؐ کی طرف منسوب کسی صحابی کا قول اس وقت تک نہ مانتے جب تک دوسرا صحابی اس کی توثیق نہ کر دیتا اور عثمان غنیؓ چونکہ دوسرا شاہد فراہم نہ کر سکے اس لئے ان کی درخواست پوری نہ ہو سکی، عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے تو عثمان غنیؓ نے حکم کی واپسی کی ان سے اجازت مانگی اور کہا کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے اجازت دینے کا وعدہ کر لیا تھا، عمر فاروقؓ بھی رسول اللہؐ کی طرف منسوب کوئی بات اس وقت مانتے جب دوسرا صحابی اس کی گواہی دے دیتا اور چونکہ عثمان غنیؓ دوسرا گواہ پیش نہ کر سکے، ان کی خواہش پوری نہ ہوئی، ۲۴ھ میں عثمان غنیؓ کے انتخاب کے وقت حکم کو وطن اور عزیزوں سے چھوٹے پندرہ سال ہو چکے تھے، اور وہ نیز ان کے کنبہ کے لوگ

[1] تاریخ الامم ۵/۱۰۲۔

بہت پریشان تھے، عثمان غنیؓ نے ان کو مدینہ آنے کی اجازت دیدی، یہ ایک معمولی واقعہ تھا لیکن مخالفوں نے اس کو پروپیگنڈے کا موضوع بنالیا اور ایک بڑا جرم قرار دے کر اس کے چرچے کرنے لگے، عثمان غنیؓ کا یہ فعل کسی اعتبار سے ملامت کے قابل نہیں تھا، انھوں نے ایک ایسے خاندان کا دُکھ دُور کیا تھا جو سولہ سال سے بے خانماں اور پریشان حال تھا، رسول اللہؐ اگر جلاوطنی ختم کرنے کا وعدہ نہ بھی کر لیتے تب بھی عثمان غنیؓ کا یہ اقدام درست ہوتا کیونکہ وہ حاکم تھے اور حاکم کو خطاکاروں کو معاف کرنے کا اختیار ہے، اس کے علاوہ حکم کی بے ہودگی یا گستاخی کوئی ایسا جرم بھی نہیں تھی کہ اس کے لئے ان کو ساری عمر وطن اور عزیزوں سے محروم رکھا جاتا۔

(۷) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے حکم کی نماز جنازہ پڑھائی اور اُن کی قبر پر شامیانہ لگایا۔[۱] حکم کا ۳۲ھ میں یا اس کے لگ بھگ انتقال ہوا، جس طرح رسول اللہؐ اپنے چچا عباسؓ اور حمزہؓ کا احترام کرتے تھے کچھ اسی طرح عثمان غنیؓ بھی اپنے چچا حکم کی عزت کرتے تھے، عثمان غنیؓ کے والد کا بچپن میں انتقال ہوگیا تھا اور ان کے بعد حکم ہی عثمان غنیؓ اور ان کی بہن کے باپ تھے، حکم نے اپنی شفقتِ خاص، پیار اور خیال سے عثمان غنیؓ کے دل میں اور زیادہ گھر کرلیا تھا، اس منبادل رشتۂ محبت کی وجہ سے عثمان غنیؓ بھی حکم اور ان کی اولاد کا خاص خیال رکھتے تھے چنانچہ وہ حکم کے لڑکوں کو اپنے کاروبار میں لگائے رہتے تھے اور شادی بیاہ نیز دوسری تقریبوں پر ان کو تحفے اور عطیے دیا کرتے تھے، عثمان غنیؓ کے حریف ان باتوں سے جلتے تھے اور مخالف پارٹیاں ان کی داد و دہش اور التفاتِ خاص کو توڑ مروڑ کر اور حاشیے چڑھا کر مدینہ اور دوسرے صدر مقاموں میں پیش کیا کرتی تھیں، مقصد عثمان غنیؓ کے خلاف اشتعال پیدا کرنا اور انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنا تھا، وہ عثمان غنیؓ ہی سے نہیں، انکے چچا زاد بہن بھائیوں سے بھی جلتے تھے اور حکم اور حکم کی اولاد کو طرداء کے حقارت آمیز الفاظ سے یاد کیا کرتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ حکم اور اُن کا خاندان ہمیشہ کے لئے معتوب و مغضوب رہیں، انھوں نے اس معمولی سی بات تک کو پروپیگنڈے کا آلہ بنالیا کہ عثمان غنیؓ نے حکم کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ان کی قبر پر شامیانہ لگایا۔ رسول اللہؐ نے عبداللہ بن سلول جیسے منافق تک کی نماز جنازہ

[۱] انساب الاشراف ۵/۲۷۔

پڑھائی تھی حالانکہ وہ اکثر ان کی رائے سے اختلاف کرتا تھا اور وہ اور اس کے پیرو ہمیشہ عدم تعاون سے کام لیتے تھے، شامیانہ لگانے سے حکم کا کوئی اعزاز مقصود نہ تھا اور اگر ہوتا تب بھی اعتراض کا موقع نہ تھا کیوں کہ حکم ایک معزز قریشی تھے، شامیانہ ضرورۃً لگایا گیا تھا، موسم سخت گرم تھا، اہلِ جنازہ اور نمازیوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے شامیانہ ایک معقول تدبیر تھا، سنہ ۲۰ھ میں جب رسول اللہؐ کی بیوی زینب بنت جحش کا انتقال ہوا تھا تو اس وقت بھی اُن کی قبر پر دھوپ اور گرمی سے بچاؤ کے لئے شامیانہ نصب کیا گیا تھا اور یہ شامیانہ خلیفۂ وقت عمر فاروق رضؓ کے حکم سے لگا تھا۔ وکان دفن زینب بنت أبی جحش فی یوم صائف فضرب عمر علی قبرھا فسطاطا[1] اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ شامیانہ لگانا اگر کوئی بدعت تھا تو اس کے مرتکب عثمان غنی رضؓ نہیں عمر فاروق رضؓ تھے، لیکن اُن پر کوئی اعتراض نہیں ہوا اور نہ کسی کو اعتراض کی جرأت ہو سکتی تھی۔

حکم کی بے تمیزی کوئی ایسا جرم نہ تھا کہ عثمان غنی رضؓ اس کی وجہ سے خونی رشتہ فراموش کر دیتے یا حکم کا جو بجائے باپ کے تھے، احترام کرنا چھوڑ دیتے یا اس تکلیف کا بے حسی سے جواب دیتے جس سے غریب الوطنی میں حکم دوچار تھے، قارئین کو شاید معلوم ہو کہ رسول اللہؐ کے چچا حمزہ رضؓ نے ہجرت کے بعد شراب پی اور نشہ کی حالت میں رسول اللہؐ کو دیکھ کر ان کے حق میں ناملائم باتیں کیں لیکن رسول اللہؐ نے ان کو نہ تو ڈانٹا، نہ جلاوطن کیا اور نہ ان کی عزت و حرمت میں مطلقاً کمی کی۔

(۸) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی رضؓ نے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کی حالانکہ رسول اللہؐ نے ایسا نہیں کیا تھا۔[2] رسول اللہؐ نے گھوڑوں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کر دیا تھا، یہ ایک رعایت تھی جو انھوں نے ضرورتاً دی تھی، گھوڑے بہت مہنگے تھے، متوسط درجہ کی ایک راس کئی ہزار روپے میں آتی تھی، جہاد اور اشاعتِ اسلام کے لئے گھوڑے تھے ضروری لیکن ان کا خریدنا اور ان کی خوراک کا انتظام دشوار تھا، اس لئے رسول اللہؐ نے گھوڑا رکھنے کے بار کو ہلکا کرنے کے لئے گھوڑے پر زکوٰۃ معاف کر دی تھی، قانون و مالیات اسلام کے اولین علماء ۔ یحیٰی بن آدم قرشی مؤلف کتاب الخراج، قاضی

---

[1] انساب الاشراف ۱/۴۳۶۔ [2] انساب الاشراف ۵/۲۶۔

ابو یوسف مؤلف کتاب الخراج، ابو عبید قاسم بن سلام مؤلف کتاب الأموال، امام شافعی مؤلف کتاب الأم، امام مالک مؤلف الموطأ اور امام بیہقی مؤلف السنن الکبریٰ میں سے کسی نے اس بات کی توثیق نہیں کی کہ عثمان غنیؓ نے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کی، اس سلسلہ میں ایک رپورٹ یہ ضرور ملتی ہے کہ شام کے بعض مسلمانوں نے عمر فاروقؓ سے گھوڑوں کی زکوٰۃ دینے کی خواہش ظاہر کی تھی جس کو انھوں نے مسترد کر دیا تھا لیکن جب بار بار انھوں نے زکوٰۃ دینے پر اصرار کیا تو ان کو اجازت دیدی گئی تھی،

إن اهل الشام قالوا لأبي عبيدة بن الجراح: خذ من خيلنا ورقيقنا صدقة فأبى، ثم كتب الى عمر فأبى فكلموه أيضا فأبى، فكتب اليه عمر: إن أحبوا فخذها منهم واردُدها عليهم وارزق رقيقهم[1] اس باب میں عثمان غنیؓ کی کسی نئی قانون سازی کا کہیں ذکر نہیں اگر مان لیا جائے کہ انھوں نے گھوڑوں پر زکوٰۃ لگائی تھی تب بھی ان سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ان کے عہد میں حالات بدل گئے تھے، مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہو گئی تھی، میدان جنگ کے علاوہ سواری کے لئے بھی گھوڑوں کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی تھی اس لئے بڑے پیمانہ پر تجارت کے لئے گھوڑے پالے جانے لگے تھے، تجارت کے سامان پر قانوناً زکوٰۃ تھی اور چونکہ گھوڑے سامانِ تجارت بن گئے تھے اس لئے اگر بالفرض عثمان غنیؓ نے ان پر زکوٰۃ لگادی تو اس پر اعتراض کا کیا موقع تھا۔

(۹) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے چراگاہوں اور تالابوں کو سرکاری گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے محفوظ کر لیا تھا اور عوام کو وہاں چرانے اور پانی پلانے کی ممانعت کر دی تھی[2]

یہ اعتراض بالکل بیجا ہے کیوں کہ چراگاہیں محفوظ کرنے کا عمل رسول اللہؐ کے زمانہ سے برابر ہوتا چلا آیا تھا، سب سے پہلے رسول اللہؐ نے جہاد کے گھوڑوں کے لئے نقیع کی چراگاہ محفوظ کی تھی، یہ مدینہ کے اسّی میل مشرق میں ایک سرسبز وادی تھی، عام لوگوں کو اس میں چرانے یا پانی پلانے کی اجازت نہ تھی[3]۔

عمر فاروقؓ نے نقیع کے علاوہ دو اور چراگاہیں مدینہ کے مضافات میں بنالی تھیں: ایک ربذہ اور دوسری سَرِف[4] نقیع اور سرف میں گھوڑے رکھے جاتے تھے اور ربذہ میں زکوٰۃ کے اونٹ، عمر فاروقؓ کے

[1] کتاب الاموال ابو عبید قاسم بن سلام مصر ص ۴۶۵ [2] انساب الاشراف ۵/۳۸ [3] فتوح البلدان ص ۱۵
[4] معجم البلدان ۵/ ۷۱۔

زمانہ میں بڑے پیمانہ پر کئی ملکوں میں فوجی اقدامات ہو رہے تھے اور سپاہیوں کے لئے گھوڑوں کی، اور بار برداری کے لئے اونٹوں کی اشد ضرورت تھی، اس لئے بڑی تعداد میں گھوڑے اور اونٹ فراہم کئے جاتے تھے اور ان چراگاہوں میں رکھے جاتے تھے، عام لوگوں کو یہاں چرانے کی ممانعت تھی، اس پر عمر فاروق رضؓ سے احتجاج بھی کیا گیا لیکن انھوں نے سرکاری ضرورت کا عذر پیش کر کے معترضین کی زبان بند کر دی، عثمان غنی رضؓ کے عہد میں یہی تین چراگاہیں تھیں، انھوں نے کسی نئی چراگاہ کا اضافہ نہیں کیا۔

مخالفوں نے مذکورہ بالا اعتراض ایک دوسرے انداز سے بھی پیش کیا ہے، قاضی واقدی کی زبانی سنئے: عثمان رضؓ نے رَبذہ شرف (صحیح سَرِف) اور بقیع (صحیح نقیع) کو حمیٰ بنالیا تھا، ان چراگاہوں میں نہ توان کا کوئی جانور چرتا نہ بنو امیہ کا، لیکن اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں انھوں نے شرف (سَرِف) کو اپنے اونٹوں کے لئے جن کی تعداد ایک ہزار تھی اور حکم کے اونٹوں کے لئے محفوظ کر لیا، رَبذہ میں وہ زکوٰۃ کے سرکاری اونٹ رکھتے اور بقیع میں سرکاری گھوڑوں کے ساتھ وہ اپنے اور بنو امیہ کے گھوڑے بھی چراتے[1]

طبقات ابن سعد کی ایک رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چراگاہیں چاہے عوام کے لئے بند ہوں۔ غیر اُموی اکابر قریش کے لئے کھلی ہوئی تھیں، عبدالرحمٰن بن عوف کا ۳۲ھ میں انتقال ہوا۔ ان کے پاس ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور سو گھوڑے تھے، یہ جانور کہاں چرتے تھے؟ نقیع میں! ترکؓ ابن عوف ألف بعير وثلاثة آلاف شاة بالنقيع ومائة فرس ترعى بالنقيع[2] اس رپورٹ سے یہ دوسرا اعتراض بھی دُور ہو جاتا ہے کہ سرکاری گھوڑوں کے علاوہ نقیع صرف عثمان غنی رضؓ اور بنو اُمیہ کے جانوروں کے لئے مخصوص تھا۔

یہ تو ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ پہلی چراگاہ نقیع خود رسول اللہ ﷺ نے محفوظ کی تھی، پھر عمر فاروق رضؓ نے بڑھتی ہوئی ضرورت کے ماتحت دو اور بڑی چراگاہیں سرکاری جانوروں کے لئے محفوظ کر لیں، لہٰذا اس حد تک عثمان غنی رضؓ سے مواخذہ درست نہیں رہا آخری ایام خلافت میں ان کا سَرِف اور نقیع کو خالصتہً اپنے جانوروں کے لئے محفوظ کرنا تو یہ بھی غلط بیانی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ سرکاری جانوروں

---

[1] شرح نہج البلاغہ ۱/۲۳۵ [2] طبقات ابن سعد لائڈن ایڈیشن قسم اول ۳/۹۶

کے ساتھ وہ اپنے جانور بھی ان چراگاہوں میں رکھنے لگے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ شرف اور نقیع میں سرکاری گھوڑے کم ہو گئے تھے، پچھلے جنگوں اور بالخصوص شمالی افریقہ کی لڑائی میں انھوں نے لگ بھگ دس ہزار گھوڑے باہر بھیجے تھے، ان کے آخری ایام میں لڑائیاں تقریباً ختم ہو چکی تھیں، فارس اور افریقہ دونوں پر عرب تسلط مکمل ہو چکا تھا اور چونکہ حکومت کے سامنے عسکری اقدامات نہیں تھے اس لئے گھوڑے فراہم کرنے کی مہم سست پڑ گئی تھی اور چراگاہوں میں غیر سرکاری جانوروں کیلئے گنجائش نکل آئی تھی۔

(۱۰) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے خلافت کے ساتویں سال اپنی کوٹھی (دارالامارہ) پر نماز کے لئے نداء ثالث لگوائی اور بدعت کے مرتکب ہوئے[1]

یہ اعتراض بھی محض اعتراض ہے، معترضین خوب جانتے تھے کہ اس میں کتنا وزن ہے لیکن چونکہ اس سے عثمان غنیؓ کو بدنام کرنا، ان کو بدعتی مشہور کرنا اور دور ونزدیک کے مسلمانوں میں اشتعال پیدا کرنا مقصود تھا اس لئے اس کا خوب چرچا کیا حتیٰ کہ ہمیشہ کے لئے یہ اعتراض تاریخ کے صفحات پر ثبت ہو گیا۔
رسول اللہ ﷺ کا مکان مسجد سے متصل تھا اور عمر فاروق رضؓ کا بھی، اس لئے اذان کی آواز صاف سنائی دیتی تھی، عثمان غنی رضؓ کا نیا مکان یا دارالامارہ جس کا نام زوراء تھا مسجد سے ذرا دور واقع تھا، اس میں سرکاری عملہ کے دفتر اور مہمانوں کو ٹھہرانے کیلئے کمرے تھے، کافی بڑی عمارت (باقی)

[1] انساب الاشراف ۳۹/۵-

قرنِ اوّل کا ایک مدبّر

ایک حوصلہ مند عرب مدبّر کی زندگی کا تحقیقی جائزہ جس نے اہلِ بیت کی حمایت اور ان کی شہادت کے انتقام کی مہم چلا کر موالی ... اور غلاموں کو عربوں کے سیاسی و معاشی استبداد سے نکالنے کی تحریک اٹھا کر اور مذہبی بہروپ بھر کر پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) کے ربع ثالث میں حکومت قائم کی تھی، عرب جذباتی ماحول اور افتراق انگیز رجحانات کی متعدد جھلکیاں، ضخامت ۱۲۴ صفحات سائز ۸/۲۲×۱۸ طباعت، کاغذ عمدہ، متعدد نقشوں کے ساتھ آخر میں انڈکس بھی دیا گیا ہے۔ قیمت تین روپے۔ مکتبہ برہان

اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶